Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:7 (1976)

پروفیسر مولوی محمد شفیع کا کتب خانہ

○ ——— بشیر حسین

جس طرح علمی و ادبی دُنیا میں پروفیسر مولوی محمد شفیع صاحب مرحوم کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں کیونکہ ان کے تحقیقی کارنامے آج سے کوئی چالیس پچاس برس پیشتر دُنیا بھر کے علماء وادبا سے خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ اسی طرح ان کا ذاتی کتب خانہ بھی نوادراتِ علمی کا بیش بہا خزانہ ہونے کی وجہ سے ان کی زندگی ہی میں دُور و نزدیک مشہور ہو چکا تھا۔

عربی، فارسی اور اُردو کی قلمی کتابیں دنیا کے گوشے گوشے سے جمع کر کے انہیں محفوظ کرنا اگرچہ سرکاری اداروں اور ایسی لائبریریوں کا کام ہوتا ہے جو مستقل نوعیت کی ہوں اور ان کے پاس وسائل کی فراوانی ہو۔ لیکن جن علماء و امراء نے اپنی ذاتی جدوجہد اور شوق سے ایسے آثار جمع کئے اور زندگی بھر اسی خدمت میں لگے رہے وہ سب کے سب اپنے وقت کی نامور شخصیتوں میں شمار ہوتے۔ دُنیا نے انہیں ان کی زندگی میں سر آنکھوں پر بٹھایا اور مرنے کے بعد زمانہ ان کا نام بڑے اکرام و احترام سے لیتا ہے۔ ان حضرات میں ہم سلطان ٹیپو، نظام حیدرآباد، شاہانِ اودھ (لکھنؤ)، رامپور اور خیرپور (سندھ) کے نوابین، علی گڑھ کے نواب حبیب الرحمٰن خاں شروانی، سبحان صاحب، بانکی پور کے امیر خدا بخش، لارڈ کرزن، پروفیسر آزر، ملکھڈ اور اُچ شریف کے گدی نشین اور لاہور میں مولانا محمد حسین آزاد، مولانا غلام دستگیر نامی اور پروفیسر محمود شیرانی جیسے اہلِ علم کے نام لے سکتے ہیں۔ آج ان سب حضرات کی علمی خدمات کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ انہی اہلِ علم و ہنر میں سے ایک پروفیسر مولوی محمد شفیع مرحوم بھی تھے جو عربی، فارسی، اُردو، پنجابی، پشتو اور ترکی زبانوں کے قلمی نسخے، بعض اعلیٰ مقاصد کے پیشِ نظر جمع کرتے تھے۔

غیروں کا وہ گھناؤنا منصوبہ جس کا مقصد مسلمانوں کو جہاں تک ممکن ہو سکے ان کے ماضی سے دُور کرنا تھا، دیدہ ور حضرات کی نظروں میں تھا۔ اس منصوبے کو کامیاب بنانے کے لئے مختلف حربے استعمال کئے گئے۔

کہیں خط بدلوایا گیا، کہیں نظام تعلیم میں عربی فارسی سے ان کا صحیح مقام چھینا گیا۔ ان زبانوں کے اثرات ختم کرنے کے لئے طباعت و اشاعت کے مواقع دن بدن کم کئے گئے۔ عربی فارسی کے قلمی نسخے منتقل کئے گئے۔ مولوی محمد شفیع، علامہ اقبال کے اُن ہمنواؤں میں سے تھے جن کا دل اپنے اسلاف کے آثار کو غیروں کے ہاں دیکھ کر سی پارہ ہوتا تھا۔ اسی لئے انہوں نے عربی فارسی کے قلمی نسخوں کو نہ صرف پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں اور اپنے ذاتی کتب خانے میں محفوظ کرنے کی سعی بلیغ کی بلکہ زندگی بھر اپنی بساط کے مطابق ان کی طباعت و اشاعت میں لگے رہے۔ ان کی یہ ساری کوششیں غیروں کی چال کا بھرپور جواب تھیں۔

اسلامی تہذیب و تمدن اور تاریخ و تصوف کے جس قدر گہرے نقوش عربی اور فارسی زبان میں محفوظ ہیں اس قدر دنیا کی کسی دوسری زبان میں موجود نہیں۔ لہٰذا ان زبانوں کے آثار خصوصاً قلمی نسخوں کا جمع کرنا اور انہیں محفوظ رکھنا اسلام کی ایک بہت بڑی خدمت ہے۔ قلمی نسخے جمع کرنے سے مولوی محمد شفیع صاحب کا ایک مقصد اس شغلے میں اسلامی تہذیب و تاریخ کا تحفظ بھی تھا۔

قلمی کتابیں جمع کرنے سے مولوی صاحب مرحوم کا تیسرا بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ جہاں تک ممکن ہو عربی فارسی ادب کے ساتھ ساتھ ان زبانوں میں علوم و فنون کے خلاؤں کو بھی پُر کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے بہت وسیع معلومات اور بڑے قوی حافظے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مولوی صاحب موصوف چونکہ ان دونوں صفات سے کما حقہٗ متصف تھے، اس لئے انہیں اپنے مقصد میں جو نمایاں کامیابی نصیب ہوئی وہ قلمی کتابیں جمع کرنے والے حضرات میں سے شاید ہی کسی دوسرے صاحب کو نصیب ہوئی ہوگی۔ انہیں یاد رہتا تھا کہ عربی فارسی کی کون سی کتابیں ایسی ہیں جن کا ذکر تو ملتا ہے لیکن ان کے کسی نسخے کی کسی کتب خانے میں موجود ہونے کی اطلاع نہیں ہے۔ لہٰذا اگر ایسی کتابوں میں سے کسی کتاب کا قلمی نسخہ انہیں کہیں نظر آتا تو وہ فوراً سمجھ جاتے کہ یہ فلاں گمشدہ موتی ہے جو دوبارہ ملا ہے اور اس سے ایک خاص دور کے علم و ادب یا فن کا ایک خلا پُر ہو جائے گا۔ ایسے نسخوں کو وہ سو جان سے خریدتے تھے۔ مثال کے طور پر کتابوں میں اس بات کا ذکر ملتا تھا کہ ملا حسین واعظ کاشفی (متوفی ۹۱۰ھ) نے سلطان حسین بایقرا کے وزیر میر علی شیر نوائی کی فرمائش پر جواہر التفسیر کے نام سے قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھنا شروع کی تھی چونکہ اس کا کوئی مکمل نسخہ دستیاب نہ تھا اس لئے محققین نے یہ رائے قائم کی کہ وہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکا تھا اور یوں تفسیری ادب میں ایک خلا سا محسوس

کیا جاتا تھا لیکن مولوی صاحب مرحوم نے اس تفسیر کا ایک مکمل نسخہ[1] ڈھونڈ نکالا جو آج اس کتب خانے کی زینت ہے۔

اسی طرح حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے ملفوظات اور عبدالعزیز نسفی کی فتاوی خسروی وغیرہ میں احیاء علوم الدین کے ایک فارسی ترجمے کا ذکر ملتا تھا لیکن اس ترجمے کے چار حصوں میں سے صرف ایک جلد مل سکی تھی اور باقی تین مفقود تھیں۔ اس طرح فارسی کے صوفیانہ ادب میں ایک اچھا خاصا خلا پیدا ہو گیا تھا۔ مولوی صاحب مرحوم نے ان تین میں سے دو کا سراغ لگایا۔ ایک خود انہوں نے کہیں سے خریدا اور دوسرا انہیں پروفیسر شیرانی مرحوم کے ذخیرے میں ملا۔ اس ترجمے کی یہ جلد آج بھی ان کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ ایسے ہی فارسی کی کتب لغت اور دیگر کتابوں میں غزنوی دربار کے بہت بڑے شاعر عنصری کی مثنوی وامق و عذرا کا ذکر موجود تھا لیکن اس مثنوی کا ڈھونڈنے والوں کو کہیں نشان تک نہیں ملتا تھا۔ آخر ایک دن مولوی صاحب کے تجسس کو کامیابی نصیب ہوئی اور انہیں اس فارسی مثنوی کے ایک حصے کا مخطوطہ ایک عربی کتاب کی جلد میں مل گیا جو آج دنیا بھر میں واحد اور منحصر بفرد نسخہ ہے۔

مذکورہ قسم کی کتابوں کے علاوہ اس کتب خانے میں متعدد نسخے ایسے بھی موجود ہیں جن کے نام سے دنیا پہلے واقف ہی نہ تھی۔ مثلاً علم ہندسہ میں رسالہ لطف اللہ، فن حرب میں رسالہ توپ خانہ اور مملکت داری میں "مفید المخلوق" وغیرہ۔ اپنے اپنے موضوع پر یہ کتابیں کسی نہ کسی دور کے خلاء کو پُر کرتی ہیں۔ مولوی صاحب مرحوم کے کتب خانے میں ایسے آثار کی تعداد بیسیوں نہیں بلکہ بلا مبالغہ سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔

مولوی محمد شفیع صاحب مرحوم یوں تو عربی فارسی سے متعلق علم و ادب کے سارے موضوعات پر گہری نظر رکھتے تھے لیکن بعض تحقیقی موضوعات سے انہیں خاص طور پر دلچسپی تھی۔ تحقیق کے جو موضوعات ان کی خصوصی توجہ کا مرکز بنے رہے اُن میں ایران، برصغیر کی تاریخ اور خطاطی و خط کا ارتقا زیادہ نمایاں ہیں۔ ایران کی تاریخ میں انہوں نے منگولوں اور تیموریوں کے دور کا عمیق اور وسیع مطالعہ

---

[1] رجوع کریں فہرست مخطوطات شفیع، تالیف راقم الحروف ص۲

کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ان ادوار سے متعلق قاضی بیضاوی کی "نظام التواریخ"، رشیدالدین فضل اللہ کی جامع التواریخ" معین الدین یزدی کی "تاریخ مظفری"، شرف الدین علی یزدی کی ظفرنامہ تیموری " یا تفی اصفہانی کی "تمر نامہ"، عبدالرزاق سمرقندی کی "مطلع السعدین" اور حافظ ابرو کی "زبدۃ التواریخ بایسنغر" کے بے حد اہم نسخے جمع کئے جو اب تک اس خزانے میں موجود ہیں "مطلع السعدین" پر جس کی دوسری جلد سالہا سال تک اورینٹیل کالج میگزین میں شائع ہوتی رہی، ان کا شاہی کام ہے۔ تاریخ کی ان سب کتابوں میں دو نسخے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک نظام التواریخ اور دوسرا مطلع السعدین کا عکس۔ پہلا نسخہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس سے اس کے مؤلف کا ۷۱۰ھ تک بقیدِ حیات ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس سے پیشتر علمار نے قاضی بیضاوی کا سال وفات ۶۸۵،۶۹۲ھ، ۷۰۰ھ اور ۷۱۶ھ وغیرہ لکھا ہے) دوسرا نسخہ یعنی مطلع السعدین اس لحاظ سے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے کہ یہ مصنف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور دنیا کا قدیم ترین و کامل ترین نسخہ ہے۔ اس نسخے کی اصل انہیں ادرنہ (ترکی) کی لائبریری سے دستیاب ہوئی تھی۔

برصغیر کی تاریخ میں وہ سب سے زیادہ پنجاب، لاہور اور قصوری افغانوں کی تاریخ سے دلچسپی لیتے رہے ہیں۔ برصغیر کی تاریخ پر جتنی کتابیں ان کے ہاں ملتی ہیں اُن میں سے تقریباً آدھی صرف پنجاب اور لاہور کی تاریخ سے متعلق ہیں۔ ان میں زیادہ اہم غلام محی الدین کی "فتوحات نامۂ صمدی" ہے (جس کا صرف ایک اور نسخہ دُنیا میں معلوم ہوا ہے) فیضی تخلص کے ایک گمنام شاعر کی "مثنوی تیمور شاہ" اور سردار مل سنگھ کی "وقائع سکھاں" بھی دو نادر کتابیں ہیں۔ یہ ان کتابوں کے واحد نسخے ہیں جو دنیا میں موجود معلوم ہیں۔ ان فارسی مخطوطوں کے علاوہ اُردو میں بھی دو قلمی تاریخیں اس کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ اُن میں سے ایک رنجیت سنگھ کے درباری سید محمد شاہ کا نسب نامہ اور دوسرا مفتی تاج الدین کی "تاریخ پنجاب" کا معاصر یا قریب العہد نسخہ ہے۔

اپنے وطن قصور کی تاریخ سے مولوی صاحب مرحوم کی دلچسپی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے نہ صرف قصوری افغانوں کے متعلق متعدد مقالات لکھے بلکہ پہلے افغانوں کے تذکرہ "اخبار الاولیا" کی عکسی نقل کلکتہ سے منگوا کر پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ کرائی اور پھر قصور ہی میں اس کے مزید دو نسخوں کا سراغ لگایا پھر اس تذکرے کا اپنے قلم سے اُردو ترجمہ و تلخیص

کرکے اپنے ہاں محفوظ کیا۔ یہ ترجمہ ان کی وفات کے بعد ۱۹۷۲ء میں ان کے فرزندِ ارجمند جناب احمد ربانی کی کوشش سے زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر "ادبیاتِ تصوف" کے نام سے منظرِ عام پر آیا۔

خطاطی کے ساتھ مولوی صاحب مرحوم کی گہری دلچسپی بلکہ بے پناہ لگاؤ ہی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم اُن کے کتب خانے میں ڈیڑھ سو کے قریب اعلیٰ ترین خطاطی کے نمونے دیکھتے ہیں۔ خطاطی کی ان وصلیوں کے کاتب ہماری تہذیبی تاریخ کے نامور خوشنویس ہو گزرے ہیں، مثلاً مولانا جامی کا معاصر سلطان علی مشہدی اور اس کا شاگرد میر علی ہروی، میر عماد الحسینی اور شیریں رقم (معاصر جہانگیر) عبدالرشید دیلمی (معاصر شاہجہاں)، گیارھویں صدی کا محمد درویش سمرقندی، عالمگیر کا معاصر بلکہ درباری کاتب محمد عارف ہروی یاقوت رقم، اور شاہ عالم ثانی کا معاصر زریں رقم وغیرہ۔ اسی زریں رقم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک وصلی ایسی بھی اس کتب خانے میں محفوظ ہے جس میں اس نے سولہ قسم کے خطوں میں اپنی مہارت اور اُستادی کے نمونے یادگار چھوڑے ہیں۔ یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ ان وصلیوں میں سے چند ایک جہانگیر، دارا شکوہ، بدایونی، فیضی، محمد حسین تبریزی، بیدل اور امام بخش ناسخ جیسے بادشاہوں، شہزادوں، امراء، ادباء اور شعراء کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔ صائب تبریزی اور شیخ علی حزیں کی خطاطی کے نمونے بھی اس کتب خانے میں محفوظ بعض مخطوطات میں ملتے ہیں۔ اس کتب خانے میں محفوظ قلمی نسخے اور وصلیاں خطاطی کی تاریخ مرتب کرنے والوں کے لئے بنیادی مآخذ کا کام دے سکتے ہیں۔

مولوی صاحب مرحوم فرد ہونے کے باوجود اپنی ذات میں ایک انجمن اور ادارہ تھے۔ انہیں یاد رہتا تھا کہ عربی فارسی کے کون کون سے آثار ایسے ہیں جن کا ذکر تو ملتا ہے لیکن جن کے بارے میں یہ معلوم نہیں کہ ان کا کوئی قلمی نسخہ موجود ہے۔ لہٰذا اگر ایسی کتابوں میں سے کسی کتاب کا قلمی نسخہ اُن کے سامنے آتا تو وہ دیکھتے ہی پا جاتے کہ یہ فلاں گمشدہ موتی کی بازیافت ہے۔ اسی طرح ہی اُن کے حافظے میں یہ بات بھی رہتی کہ موجود کتابوں کے قدیم ترین قلمی نسخے دنیا میں کہاں کہاں محفوظ ہیں۔ اس لئے اگر کبھی تاریخ کتابت کے اعتبار سے اُن سے قدیم نسخہ سامنے آتا تو مولوی صاحب اُسے جان کے عوض بھی خریدنے کو تیار ہو جاتے۔ اسی طرح اگر عربی فارسی کی کسی نئی کتاب کا قلمی نسخہ ملتا تو فوراً پا لیتے کہ یہ کوئی نیا جواہر ریزہ ہے۔ نیز انہیں اپنے اسلاف اور بندگانِ علم و ادب کا زمانہ بلکہ اکثر کی تاریخ وفات ازبر رہتی اور اگر کوئی نسخہ ایسا ملتا جو ان اسلاف کی زندگی میں کتابت کیا گیا ہوتا تو اُسے بھی ہر قیمت پر خرید لیتے۔ اسی طرح

اگر کوئی قلمی کتاب کسی ماہر و مشہور کاتب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہوتی یا اگر کوئی قلمی نسخہ نقاشی کے اعتبار سے اہم ہوتا تو اُسے بھی ہر قیمت پر حاصل کر لیتے تھے۔ اس طرح زندگی بھر کی تلاش و جستجو سے مولوی صاحب مرحوم نے نہ صرف پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو جواہر ریزوں سے بھرنے میں نمایاں حصہ لیا بلکہ اپنا ذاتی کتب خانہ بھی بنایا جس میں اس وقت قرآن شریف کے تقریباً ڈیڑھ ہزار قلمی نسخوں کے علاوہ جن سے "جنت نگاہ" کا سامان فراہم ہوتا ہے، عربی، فارسی، اُردو اور پنجابی کی چھ ساڑھے چھ ہزار مطبوعہ اور ڈیڑھ ہزار قلمی کتابیں شامل ہیں مغل بادشاہوں کے اور سکھ حکمرانوں کے تقریباً ڈیڑھ سو اصل فارسی فرامین اور ڈیڑھ سو کے قریب وصلیوں کی صورت میں خطاطی کے نمونے اس کے علاوہ ہیں۔

اس کتب خانے کی مکمل تفصیلی فہرست ابھی تک تیار نہیں ہو سکی۔ البتہ پچھلے چند سالوں میں مولوی صاحب مرحوم کے فرزند ارشد جناب احمد ربانی صاحب کے تعاون سے اس کے فارسی اور اُردو حصے کے مخطوطات کی ایک تفصیلی فہرست راقم نے تیار کی تھی جو "فہرست مخطوطات شفیع" کے نام سے، یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے جشن صد سالہ کے موقع پر دسمبر ۱۹۷۲ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

مذکورہ فہرست میں بیان شدہ کتابوں کی کل تعداد ۴۰۹ ہے۔ ان میں سے پانچ نسخے مصنفین کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے، گیارہ نسخے معاصر، تیرہ چھپی ہوئی فہرستوں کے مطابق دنیا بھر میں قدیم ترین، متعدد نسخے دنیا بھر میں کامل ترین اور چالیس نسخے منحصر بفرد یا واحد ہیں۔ یوں اس کتب خانے کا تقریباً ہر نسخہ کسی نہ کسی اعتبار سے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔

اب ہم اس کتب خانے میں محفوظ فارسی اور اُردو کے اہم ترین مخطوطات کا ایک اجمالی تعارف موضوع وار پیش کرتے ہیں:۔

کتب تفسیر میں ملا حسین واعظ کاشفی (متوفی ۹۱۰ھ) کی لکھی تفسیروں کے دو نسخے بڑے اہم ہیں ایک جواہر التفسیر جو دنیا میں کامل ترین نسخہ ہے اور دوسرا تفسیر حسینی جو خط بہار میں لکھا گیا ہے اور جس کے متعلق خود مولوی صاحب مرحوم نے اپنی رائے یادگار چھوڑی ہے کہ یہ نسخہ دسویں صدی ہجری یعنی مصنف کے دور سے بہت ہی قریب کا ہے۔

سیرت اور تاریخ اسلام کے موضوع پر مولوی غلام رسول قصوری کی "شجرۃ الانساب" (مولفہ ۱۲۹۰ھ) اور اسی نام سے اُن کے چھوٹے بھائی مولوی غلام حسین قصوری کی کتاب (مولفہ ۱۲۹۶ھ)

دنیا بھر میں واحد نسخے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ) کی عربی کتاب "سرّ الشہادتین" کا فارسی ترجمہ بہت اہم ہے جس میں شہدائے کربلا کے واقعات درج ہیں۔ یہ ترجمہ "مجموعۂ نغز" کے مصنف میر قدرت اللہ قاسم (متوفی ۱۲۴۹ھ) نے کیا ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ترجمہ شاہ صاحب کی زندگی میں کیا گیا اور دیگر یہ کہ اس کا کوئی دوسرا نسخہ کسی کتب خانے کی مطبوعہ فہرست میں درج نہیں۔ تاریخِ اسلام میں عفیف نور کاشانی کی کتاب "مطالع الانوار" کا نسخہ بے حد اہم ہے۔ کیونکہ اس سے عفیف نور کاشانی کا زمانۂ حیات اور اس کتاب کا سالِ تصنیف (۷۹۰ھ) جس کا اب تک محققین کو علم نہیں تھا، صحیح طور پر متعین ہو جاتا ہے۔

تاریخ کے موضوع پر کتابوں میں سے علی شیر قانع ٹھٹوی (متوفی ۱۲۰۳ھ) کی تاریخ "تحفۃ الکرام" (مؤلفہ ۱۱۸۱ھ) خاص طور پر قابلِ ذکر ہے اس کا پہلا حصّہ تاریخ اسلام، دوسرا تاریخِ عالم اور تیسرا سندھ کی تاریخ ہے۔ یہ نسخہ مصنف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور دنیا بھر میں قدیم ترین اور کامل ترین بھی ہے۔ قاضی بیضاوی کی "نظام التواریخ" (مؤلفہ ۶۷۴ھ) کا نسخہ اس کتب خانے کے نوادرات میں سے ہے کیونکہ اس سے صحیح سالِ تصنیف متعین ہوتا ہے اور قاضی صاحب کی تاریخِ وفات کے متعلق محققین کے شکوک و شبہات کافی حد تک دور ہو جاتے ہیں۔

عبدالرزاق سمرقندی (متوفی ۸۸۷ھ) کی "مطلع السعدین" کا فوٹو بھی قابلِ ذکر ہے۔ یہ نسخہ مصنف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور دنیا بھر میں سب سے زیادہ قدیم اور کامل یہی نسخہ ہے (اس کی اصل جامع مسجد ادرنہ (ترکی) میں موجود ہے)۔

خواجہ عبدالکریم (متوفی ۱۱۹۷ھ) کی تاریخ "بیان واقع" کا نسخہ بھی اس کتب خانے کے نوادرات میں سے ہے۔ اس کا سالِ کتابت ۱۲۱۴ھ ہے اور یہ نسخہ ان تمام نسخوں سے قدیم تر ہے جن کا ذکر اسٹوری نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

غلام محی الدین کی "فتوحاتِ نامۂ صمدی" (مؤلفہ ۱۱۳۵ھ) کا نسخہ جس میں لاہور و ملتان کے حاکم عبدالصمد خان دلیر جنگ کی فتوحات کا ذکر ہے بہت قیمتی ہے کیونکہ اس کتاب کے صرف دو ہی نسخے دنیا میں موجود ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔ "مثنوی تیمور شاہ ابدالی" (مؤلفہ ۱۱۷۱ھ) "وقائع سکھان" اور آگرہ کی تاریخ "گلدستۂ ہمیشہ بہار" کے واحد اور منحصر بفرد نسخے بھی اس کتب خانے کے نوادرات میں سے ہیں۔

کتب لغت میں سے مولانا شرف الدین احمد منیری (متوفی ۷۸۲ھ) کی "شرف نامۂ منیری" اور سراج الدین علی خان آرزو (متوفی ۱۱۶۹ھ) کی "چراغ ہدایت" کے معاصر نسخے اس کتب خانے میں موجود ہیں۔ رائے دھن سنگھ کاشی لکھنوی کی ترکی سے فارسی لغت "نورالابصار" (مولفہ ۱۱۹۵ھ) بھی اس خزانے کے جواہرات میں سے ہے کیونکہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے ایک نسخے کے علاوہ اس کا کوئی تیسرا نسخہ مطبوعہ فہرستوں میں درج نہیں ہے۔

طب کی کتابوں میں زین الدین جرجانی (متوفی ۵۳۱ھ) کی "ذخیرۂ خوارزم شاہی" کا نسخہ تاریخ کتابت اور خطاطی کے اعتبار سے بے حد قیمتی ہے اسے ساتویں صدی ہجری کے نامور کاتب اور خطاطِ نسخ کے ماہر محمد بن احمد سمنانی نے ۶۰۱ھ میں کتابت کیا ہے۔ طب کی دوسری اہم کتاب بیرونی کے عربی رسالہ صیدلہ یا صیدنہ کا فارسی ترجمہ ہے جسے ابوبکر کاشانی نے التمش کے لئے ترجمہ کیا۔ اس کتاب کے صرف تین نسخے اب تک معلوم ہو سکے ہیں جن میں سے ایک یہ لاہور میں موجود ہے۔ اسی طرح حبیب اللہ طبیب کی "شافی الاوجاع" (مولفہ ۹۴۹ھ) کا نسخہ بھی نوادرات میں سے ہے۔ کیونکہ ایران کے دو ایک نسخوں کے علاوہ اس کا کوئی کامل نسخہ کہیں بھی موجود نہیں۔ حکیم محمد کاظم کی کتاب "اطعمۃ المرضیٰ" (مولفہ ۱۲۰۶ھ) کا نسخہ بھی نوادرات میں سے ہے کیونکہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور کے دو نسخوں کے علاوہ اس کا کوئی اور نسخہ کسی ذخیرے میں موجود نہیں۔

انشاء نگاری میں رشید الدین فضل اللہ (متوفی ۷۱۸ھ) کی "سوانح الافکار" کا نسخہ جو "مکاتباتِ رشیدی" کے نام سے مشہور ہے غیر معمولی طور پر اہم ہے۔ تہران کے دو نسخوں کے علاوہ جو حال ہی میں دریافت ہوئے ہیں۔ اس کے بہت تھوڑے نسخے دنیا میں موجود ہیں۔ اس کی ندرت کے پیش نظر مولوی صاحب مرحوم نے اسے شائع بھی کیا۔ اس کے علاوہ مسعود بن عبداللہ حسینی کی دستور مسعودی (مولفہ ۹۳۰ھ) اور سلطان علی حیرت ملتانی کی "رقعاتِ معانی نگار" (مولفہ ۱۲۱۳ھ) جیسے واحد نسخے بھی اس کتب خانے کی زینت ہیں۔ "گلشن عنایت" کا نسخہ بھی قابل ذکر ہے جو عنایت اللہ (متوفی ۱۰۸۲ھ) کے مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ ان مکتوبات کو محمد صالح کنبو نے (۱۰۷۰ھ) میں جمع کیا تھا اور ایک نسخے کے سوا جو ذخیرہ شیرانی کا حصہ ہے اس کا کوئی اور نسخہ اب تک معلوم نہیں ہو سکا۔

تذکروں میں چار پانچ بڑے قیمتی اور نادر نسخے اس کتب خانے کا سرمایہ ہیں۔ ان میں سے

فیروز شاہ تغلق کے معاصر محمد بن مبارک (متوفی ۷۷۰ھ) کا تذکرہ "سیر الاولیاء" ہے جس کا کامل ترین نسخہ یہاں محفوظ ہے اس نسخے کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اسٹوری کی کتاب میں اس تذکرے کے مذکورہ نسخے سارے کے سارے ناقص ہیں۔ دوسرا تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) کا "اخبار الاخیار" ہے جس کا قدیم ترین نسخہ اس کتب خانے میں موجود ہے۔ شیر خان لودھی (متوفی ۱۱۰۸ھ) کے تذکرہ "مرآۃ الخیال" کا نسخہ (مکتوبہ ۱۱۱۱ھ) بھی اسی کتب خانے کے جواہرات میں سے ہے۔ یہ نسخہ مصنف کی وفات کے صرف تین سال بعد نقل ہوا ہے۔ اس میں درج مواد باقی نسخوں کی بہ نسبت قدرے زیادہ ہے اور مولوی صاحب مرحوم کی وفات تک یہ دنیا کا قدیم ترین نسخہ شمار ہوتا تھا۔ لیکن اب اس سے چند سال پہلے کا کتابت شدہ ایک نسخہ کراچی کے نیشنل میوزیم میں دریافت ہوا ہے۔

"نام خوشنویسان" آنند رام مخلص (متوفی ۱۱۶۴ھ) کی کتاب "مرآۃ الاصطلاح" کا تتمہ ہے۔ یہ تتمہ دنیا بھر میں واحد ہے۔

"ذکر میر" کے تذکرے کے بغیر یقیناً یہ ذکر نامکمل رہے گا۔ یہ تذکرہ میر تقی میر (متوفی ۱۲۲۵ھ) کی وفات کے صرف چھ سال بعد نقل ہوا ہے اور دنیا بھر کا دوسرا قدیم ترین نسخہ یہی ہے چند سال پیشتر اس کا قدیم ترین نسخہ (مکتوبہ ۱۲۲۲ھ) مولوی بشیر الدین کے پاس اٹاوہ میں موجود تھا۔ استاد محترم ڈاکٹر سید محمد عبداللہ نے اس تذکرے کی تصحیح کے وقت اسی نسخے کو بنیاد بنایا تھا۔

شعری مجموعوں میں غزنوی دربار کے ملک الشعراء عنصری (متوفی ۴۳۱ھ) کی مثنوی "وامق و عذرا" غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ اب تک تحقیقات کے مطابق دنیا بھر میں واحد اور قدیم ترین نسخہ یہی ہے۔ حضرت امیر خسرو دہلوی (متوفی ۷۲۵ھ) کی مثنوی "خضر خان دولرانی" (مولفہ ۷۱۵ھ) اور "نہ سپہر" (مولفہ ۷۱۸ھ) کے قدیم ترین نسخے (مکتوبہ ۸۸۵ھ) اسی کتب خانے کے نوادرات میں سے ہیں۔ ان مثنویوں کا کاتب انوری بن بیانی اپنے دور کا نامور خطاط تھا۔ انتخاب غزلیات خسرو کا بے نظیر نسخہ جس کے حواشی میں سیاہ قلم کی نقاشی ہے اور جس میں جہانگیر کو شکار کھیلتے دکھایا گیا ہے۔ اسی ذخیرے میں موجود ہے۔ دیوان شاہی سبزواری (متوفی ۸۵۷ھ) کے دو بے نظیر نسخے اس کتب خانے میں موجود ہیں۔ یہ دونوں نسخے اپنے فن میں یکتائے زمانہ خوشنویس سلطان علی مشہدی کے لکھے ہوئے ہیں۔ ایک کی تاریخ کتابت ۸۸۸ھ اور دوسرے کی ۹۲۶ھ ہے۔ پہلا نسخہ دنیا بھر میں قدیم ترین اور دوسرا

نقاشی وخطاطی وغیرہ کے اعتبار سے نادرۂ روزگار ہے۔

دیوانِ عرفی شیرازی (متوفی ۹۹۹ھ) کے دو قدیم ترین نسخے بھی اِسی خزانے کے بیش بہا موتی ہیں۔ ایک نسخہ ۱۰۱۸ھ کا اور دوسرا ۱۰۲۳ھ کا لکھا ہوا ہے۔ پہلے نسخے کا متن مطبوعہ دیوان سے کافی مختلف اور دوسرے میں ۶۵ غزلیں مطبوعہ سے زیادہ ہیں۔

مطائبات حکیم شفائی (متوفی ۱۰۳۷ھ) کا قدیم ترین نسخہ (مکتوبہ ۱۰۴۱ھ) اور **دیوان حسن بیگ** شاملو (متوفی ۱۰۵۰ھ) کا قدیم ترین نسخہ (مکتوبہ ۱۰۵۵ھ) اسی گنجینے کے جواہر پاروں میں سے ہیں۔

دیوانِ صائب تبریزی (متوفی ۱۰۸۸ھ) کا معاصر نسخہ (مکتوبہ ۱۰۷۳ھ) جس میں چند اشعار خود مصنف کے اپنے خط میں بھی لکھے گئے ہیں، اسی کتب خانے کے نوادر میں سے ہے۔

کلیاتِ جامی (متوفی ۸۹۸ھ) کا بے نظیر نسخہ (مکتوبہ ۹۰۰ — ۹۰۵ھ) بھی اسی کتب خانے میں موجود ہے جو شاعر کی وفات کے صرف دو سال بعد لکھا گیا۔ مولانا نادم گیلانی (متوفی درحدود ۱۰۵۰ھ) کے **اشعار** کا مجموعہ جو شاعر کی وفات کے صرف پانچ سال بعد لکھا گیا، اسی کتب خانے کا حصّہ ہے۔ نادم گیلانی کے دیوان کے قلمی نسخے دنیا میں بہت ہی کم ہیں۔ اس کے صرف ایک اور نسخے کا ایران میں سراغ مل سکا ہے۔ مولوی صاحب مرحوم کی وفات تک یہ نسخہ دنیا بھر میں واحد تھا۔

علاوہ ازیں منطق الطیر عطار، دیوان حافظ، دیوان قاسم انوار (متوفی ۱۰۳۷ھ)، دیوان کاتبی (م ۸۳۸ھ)، دیوان آصفی (م ۹۲۳ھ)، دیوان فیضی (م ۱۰۰۴ھ) اور کلیات سعید قنانی (م ۱۰۸۷ھ) دیوانِ شوکت بخاری (م ۱۱۰۷ھ) کے قریب العہد نسخے بھی اسی کتب خانے کا سرمایہ ہیں۔

ان فارسی نسخوں کے علاوہ اردو کے نامور شاعر مصحفی (متوفی ۱۲۴۰ھ — ۱۸۲۴ء) کے دیوانِ دوم کا معاصر نسخہ، امام بخش ناسخ (متوفی ۱۸۳۸ء) کے دیوان کا معاصر نسخہ اور مصحفی کے شاگرد میر ضمیر کے مرثیۂ امام حسین علیہ السلام کا معاصر نسخہ بھی اسی خزینے کے جواہرات میں سے ہیں۔

تصوف کے موضوع پر بھی اس کتب خانے میں متعدد نادر نسخے موجود ہیں۔ حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش (متوفی ۴۶۵ — ۵۰۰ھ) کی شہرۂ آفاق کتاب "کشف المحجوب" کا نادر و کامل نسخہ جو غالباً بابری و ہمایونی دور کی یادگار ہے۔ امام غزالیؒ (متوفی ۵۰۵ھ) کی احیاء علوم الدین کا فارسی ترجمہ جو التمش (۶۰۷ — ۶۳۳ھ) کے درباری ابوالمعالی جاجرمی کی کاوش کا نتیجہ ہے، اس کتب خانے کے نوادرات میں

سے ہے۔ یہ ترجمہ لاہور میں کیا گیا اور آج دنیا کا واحد منحصر بفرد نسخہ ہے۔ رسالہ "رموزاتِ خفیہ" جو شیخ شہاب الدین ہامانی معاصر عالمگیر کے ملفوظات ہیں، رسالہ "تصفیۃ القلب" از مؤلف گمنام، مولینا غلام محی الدین قصوری (م ۱۲۷۰ھ) کا "رسالہ نظامیہ"، علاؤ الدین کنتوری کا رسالہ "راحت الروح" (مؤلفہ ۹۷۰ھ) بایزید انصاری (متوفی ۹۸۰ھ) کی عربی کتاب مقصود المومنین کا فارسی ترجمہ، "اقوال خلفائے راشدین" کا فارسی ترجمہ از رشید الدین دطماط (م ۵۷۳ھ)۔ دسویں صدی ہجری کے عارف رمضان بن شیخ حاجی کی "حدیقۃ القلوب"، شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) کی "کشف الغین فی شرح رباعیین" جس میں خواجہ باقی باللہ (متوفی ۱۰۱۲ھ) کی دو رباعیوں کی شرح ہے، یہ سب نسخے منحصر بفرد اور واحد ہیں۔

اس کے علاوہ ملفوظات رکن الدین سمنانی (متوفی ۷۳۶ھ)، ملفوظات خواجہ "اسرار سخنان اہل اللہ"، "بیان عناصر" اور مکتوبات "شاہ اسمٰعیل شہید" ایسی کتابیں ہیں کہ جن کا صرف ایک ایک اور نسخہ معلوم ہو سکا ہے۔ اس لحاظ سے یہ سارے آثار بے حد اہم ہیں۔

علم رمل و نجوم اور ہیئت و ہندسہ سے متعلق یوں تو بہت سارے نوادر اس کتب خانے میں محفوظ ہیں، جن کی تفصیل "فہرست مخطوطاتِ شفیع" میں دیکھی جا سکتی ہے لیکن ان میں سے چند ایک زیادہ اہم رسالوں کا مختصر تعارف سطورِ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

علم رمل میں معین الدین شیرازی (متوفی ۸۹۷ھ) کا منظوم رسالہ (مکتوبہ ۹۷۸ھ) لطف اللہ نیشاپوری کا رسالہ "خلاصۃ البحرین" (مکتوبہ ۹۷۸ھ) علی بن خلیل طرابلسی (متوفی ۸۴۴ھ) کا رسالہ "شجرہ و ثمرہ" جو ۹۷۸ھ کے لگ بھگ کتابت ہوا۔ علی جعفری رومی (معاصر الغ بیگ تیموری ۸۵۰ — ۸۵۳ھ) کا رسالہ "جفر رومی" گمنام مصنفین کا لکھا ہوا رسالہ "اخوان الصفا" جو ۱۰۱۴ھ میں بمقام لاہور کتابت ہوا۔ روضہ تاج محل کے معمار استاد احمد کے بیٹے لطف اللہ مہندس (جو ۱۰۹۲ھ تک بقید حیات تھے) کا رسالہ "معرفت سمت قبلہ" (مؤلفہ ۱۰۵۰ھ) اور دوسرا رسالہ "لطف اللہ" کے نام سے علم ہندسہ وغیرہ میں۔ علم تکسیر و نجوم وغیرہ پر نویں صدی کے ماہرِ فلکیات محمد بن شیخ محمد ہروی کا رسالہ "بحر الغرائب" جو امیر علی شیر نوائی (متوفی ۹۰۶ھ) کی فرمائش پر لکھا گیا۔ علم ہندسہ و ریاضی میں تیرھویں صدی کے عالم فرید الدین احمد کا رسالہ "قرۃ الافکار فی اعمال الفرجار" (۱۲۱۲ھ کے قدرے بعد کی تالیف) اور رسالہ "جفر رومی" کے سوا ان سب آثار کے منحصر بفرد اور واحد نسخے اس خزانے میں محفوظ ہیں۔ رسالہ جفر رومی کے بھی بہت کم نسخے دنیا میں

موجود ہیں۔ ایک ایران میں اور دوسرا پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے ذخیرۂ شیرانی میں ہے۔ علم نجوم پر غیاث الدین علی بن کمال حسینی اصفہانی جو ۹۰۰ھ تک زندہ تھا کے رسالہ "خلاصۃ التنجیم" (مؤلفہ ۸۶۹ھ) کا معاصر نسخہ (مکتوبہ ۸۹۷ھ) اس ذخیرہ میں محفوظ ہے۔ اس رسالے کی تاریخ تالیف سے مؤلف کا صحیح زمانۂ حیات متعین ہوتا ہے جس کا اس سے پیشتر علماء کو علم نہ تھا۔

کتبِ فقہ و اوراد میں سے بھی متعدد قیمتی جواہر اس خزانے میں موجود ہیں مثلاً عبدالعزیز نسفی جو شیخ خواجہ حسینی بخاری (متوفی ۱۰۰۷ھ) کا مرید و معاصر تھا کے رسالہ "**فتاویٰ خسروی**" کا واحد نسخہ اس کتب خانے کی زینت ہے۔ فقہ اور عقائدِ اسلامی پر علی ابن حسام الدین متقی (متوفی ۹۷۵ھ) کا رسالہ "**کفایت اہل الیقین**" (مکتوبہ ۱۱۴۵ھ) بھی اس کتب خانے کے ان نسخوں میں سے ہے جو منفرد ہیں۔ اب تک دنیا کو متقی کے اس رسالہ کا علم ہی نہ تھا۔ علم فقہ پر شاہ عالم اوّل کے شہزادہ خجستہ اختر (مقتول ۱۱۲۴ھ) کی کتاب "**سراج العالمین**" کا معاصر اور واحد نسخہ بھی اس خزینے کا جوہر یکدانہ ہے۔ اوراد و وظائف پر مشتمل ملا قطبی شیرازی (متوفی ۷۱۰ھ) کے رسالہ "**عہد نامہ یا شجرۃ الایمان**" کا واحد نسخہ بھی اس خزانے کا موتی ہے۔ ان کے علاوہ فقہ اسلامی پر شرف بن محمد العطاری، جو فیروز شاہ تغلق (متوفی ۷۹۰ھ) کا معاصر تھا کی "**فوائدِ فیروز شاہی**" اور عالمگیری دور کے عالم ابوبکر فائض لاہوری کا رسالہ "**غسلِ جنازہ**" کے کامل صاف ستھرے نسخے بھی اس کتب خانے کے نوادرات میں سے ہیں۔ کیونکہ ان کتابوں کی بہت تھوڑی نقلیں دنیا میں ملتی ہیں۔

مذکورہ کتابوں کے علاوہ متفرق موضوعات پر بھی بعض ایسے آثار کے نسخے اس کتب خانے کی زینت ہیں جو واحد یا کسی نہ کسی اعتبار سے نادر ہیں۔ مثال کے طور پر علم جغرافیہ پر حسن شاہ کا "رسالہ کشمیر" جو ۱۳۱۲ھ کے قریب لکھا گیا واحد اور طائری ہروی (متوفی ۹۲۸ھ) کی "تحفۃ العجائب" جو نسخوں کی کمی کے باعث نادر ہے۔

فن معمّا پر ثانی بن پیر محمد تاشکندی کا رسالہ "معمّا" (مکتوبہ ۹۷۸ھ) دنیا بھر میں واحد ہے۔ یہ دانشمند غالباً مولانا جامی کا معاصر تھا۔ اسی فن پر مولانا فصیح الدین کوکبی (زندہ تا ۹۲۸ھ) کا رسالہ "نادرہ" بھی نوادر میں سے ہے کیونکہ اس کا صرف ایک ہی اور نسخہ بانکی پور کی فہرست میں ملتا ہے۔ مولانا نظام الدین معمائی (متوفی ۹۲۱ھ) کے رسالہ "**شرح معمائی میر حسین الحسینی**" (مکتوبہ ۹۷۸ھ) کا واحد نسخہ اور اس کے بیٹے

شہاب الدین معمائی (متوفی ۹۴۲ھ) کے "رسالہ معما" (مولفہ ۹۳۸ھ) کا نادر نسخہ جو ۱۰۴۳ھ میں کتابت ہوا بھی اس ذخیرے میں محفوظ ہے۔

فلسفہ، طب، جغرافیہ وغیرہ پر مشتمل غیاث الدین ابن علی حسینی اصفہانی، جن کی "خلاصۃ التنجیم" کا ذکر اوپر گزر چکا اور جو ۹۰۸ھ تک بقیدِ حیات تھا، کی مشہور کتاب "دانشنامۂ جہان" (مولفہ ۸۷۹ھ) کا نادر نسخہ اس کتب خانے میں محفوظ ہے۔ دنیا بھر میں اس کتاب کے جتنے نسخے ملتے ہیں کسی میں تاریخ تالیف درج نہیں جس کی وجہ سے اس مولف کا زمانہ علمار کو معلوم نہ ہو سکا تھا۔ موجودہ نسخہ چونکہ کامل ترین ہے اس لئے بے حد اہم ہے۔

جواہر شناسی میں فارسی کے مشہور شاعر شیخ علی حزین (متوفی ۱۱۸۰ھ) کا "رسالہ مروارید" غیر معمولی طور پر اہم ہے، کیونکہ یہ نسخہ ۱۱۵۰ھ میں خود مصنف کے ہاتھ سے کتابت ہوا ہے۔ سراپا نگاری میں حسین بن محمد علوی کی کتاب "جلیس انیس" کا واحد نسخہ جو تیرھویں صدی ہجری کے اوائل میں تصنیف ہوا۔ فارسی زبان میں سراپا نگاری پر چونکہ مستقل کتابیں زیادہ نہیں ملتیں اس لئے بھی یہ بہت قیمتی نسخہ ہے۔

اصولِ تجارت پر الٰہی بخش شوق کی کتاب "قوانینِ تجارت" (مولفہ ۱۲۲۱ھ) کا نادر اور معاصر نسخہ (مکتوبہ ۱۲۲۴ھ) بھی اس کتب خانے کا سرمایہ ہے۔ اس کا صرف ایک اور نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے ذخیرۂ شیرانی میں مل سکا ہے جو تاریخ کتابت کے اعتبار سے موجودہ نسخے سے صرف ایک ماہ قدیم تر ہے۔

مملکت داری پر گمنام مصنف کا رسالہ "مفید المخلوق" اور فنِ حرب پر گمنام مصنف کا رسالہ "توپخانہ" بھی یہاں موجود ہے جن کے واحد نسخے مولوی صاحب کے ہاں محفوظ ہیں۔ علاوہ ازیں دستور یعنی گرامر کے موضوع پر گمنام مصنف کی کتاب "ضابطۂ تصریف" (مولفہ قبل از ۸۴۴ھ) کا واحد نسخہ بھی مولوی صاحب کے ہاں محفوظ ہے۔

یہی نہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی بعض موضوعات پر متعدد نسخے اس کتب خانے میں ایسے موجود ہیں جو کسی نہ کسی اعتبار سے نادر اور اہم ہیں۔

مذکورہ حقائق اور اعداد و شمار کے پیشِ نظر وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ ذاتی کتب خانوں میں شاید ہی کوئی کتبخانہ ایسا ملے گا جس میں نوادرات کی تعداد اسقدر زیادہ ہو اور اس خزانے کے سارے قلمی نسخے خطاطی و نقاشی کے نمونے اور مختلف بادشاہوں کے فرامین و سکے جن کی فراہمی علامہ مولوی محمد شفیع مرحوم کیلئے پروفیسر حمید اللہ خاں مرحوم کے بقول "جگر لخت لخت کو جمع کرنے کی مثال تھی" ان کے ایک صاحبِ نظر جوہری ہونے کی تابندہ مثالیں ہیں۔